

إِرْشَادُ الْعِبَادِ

إِلَى

مَعْرِفَةِ بَدْعَةِ الْمِيْلَادِ

تأليف

أبو الحسين مبشر أحمد رباني عن الله ع

ناشر: جمعيت اہل حدیث میلان، تحصیل پھالیہ، ضلع منڈی بہاؤ الدین



اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کا سلسلہ اپنے پاس رکھا ہے جسے وہ وحی کی صورت میں اپنے انبیاء و رسل علیہم السلام پر نازل فرماتا ہے۔ اسے ہی دین کہا جاتا ہے۔ آدم علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے اس کمرہ آرضی پر مبعوث کیا تو ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَاِمَّا يَنْتَحِبْتُمْ مِثْنِي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ (البقرة: ۳۸)

”ہم نے کہا تم سب یہاں سے چلے جاؤ جب کبھی تمہارے پاس میری

ہدایت پہنچے تو اس کی تابعداری کرنے والوں پر کوئی خوف و غم نہیں۔“

اسی بات کو سورہ طہ میں یوں بیان فرمایا:

﴿ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَاِمَّا يَنْتَحِبْتُمْ مِثْنِي هُدًى

فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى ﴾ (طہ: ۱۲۳)

”فرمایا تم دونوں یہاں سے اتر جاؤ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو

اب تمہارے پاس جب کبھی میری طرف سے ہدایت پہنچے تو جو میری

ہدایت کی پیروی کرے نہ تو وہ بہکے گا نہ تکلیف میں پڑے گا۔“

مذکورہ آیات بینات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ہدایت اللہ کی طرف سے

ہوتی ہے اور جو اللہ کی ہدایت اور اس کے دین کی پیروی کرے گا وہی کامیاب و

کامران ہے۔ اللہ کی ہدایت اور اس کے دین سے ہٹ کر راستہ اختیار کرنے والے

گمراہ اور بے دین ہیں۔ یہودیت و نصرانیت نے جب اپنے دین کو بدل ڈالا اور اپنے محرف شدہ دین اور راستے کی طرف دعوت دینے اور اُسے ہی کامیابی و کامرانی کی راہ تصور کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس بات کا ذکر کیا کہ اصل دین وہ ہے جس کی دعوت محمد ﷺ دے رہے ہیں کیونکہ یہ دعوت وحی الہی پر مبنی ہے اور اصل ہدایت یہی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَلَنْ نَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودَ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَىٰ اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴾ (البقرة: ۱۲۰)

”اور آپ (ﷺ) سے یہود و نصاریٰ ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ (ﷺ) ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں۔ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے اور اگر آپ (ﷺ) نے باوجود اپنے پاس علم آجانے کے بعد پھر ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ کے پاس آپ (ﷺ) کا نہ تو کوئی ولی ہوگا اور نہ مددگار۔“

ایک دوسرے مقام پر یہود و نصاریٰ کی کارستانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :

﴿ وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجَاءَ النَّهَارَ وَآكْفُرُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ وَلَا تَتَّبِعُوا إِلَّا مَن تَبِعَ دِينَكُمْ قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَىٰ اللَّهِ أَنْ يُؤْتَىٰ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوتِينَا أَوْ يُحَاجُّوكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴾

(آل عمران ۷۲: ۷۳)

”اور اہل کتاب کی ایک جماعت نے کہا کہ جو کچھ ایمان والوں پر اتارا گیا ہے اس پر دن چڑھے تو ایمان لاؤ اور شام کے وقت کافر بن جاؤ تاکہ یہ لوگ بھی پلٹ جائیں اور سوائے تمہارے دین پر چلنے والوں کے اور کسی کا

یقین نہ کرو۔ آپ کہہ دیجئے کہ بیشک ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس بات کا بھی یقین نہ کرو کہ کوئی اس جیسا دیا جائے گا جیسا تم دیئے گئے ہو یا یہ کہ تم سے تمہارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ فضل تو اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے اسے دے۔ اللہ تعالیٰ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے مکرو فریب کا ذکر کیا کہ یہود کے بڑے بڑے علماء جب اپنے شاگردوں کو یہ سکھاتے کہ تم دن چڑھے اسلام کو تسلیم کرو اور پچھلے پھر کفر کر ڈالو تاکہ جو لوگ مسلمان ہو چکے ہیں وہ تذبذب کا شکار ہو کر مرتد ہو جائیں اور دین اسلام سے برگشتہ ہو جائیں اور انھیں ساتھ یہ تاکید کرتے کہ دیکھو صرف ظاہراً مسلمان ہونا حقیقتاً اور واقعاً مسلمان نہ ہونا بلکہ یہود ہی رہنا اور یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ جیسا دین اور جیسی وحی و شریعت اور علم و فضل تمہیں دیا گیا ہے ویسا کسی اور کو بھی دیا جاسکتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ : ﴿ اِنَّ الْهُدٰى هٰذِى الْاٰیٰتِ الْاُولٰٓئِکَ ﴾ ”بے شک ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے“ یعنی دین صرف وہ ہے جو اللہ کی طرف سے آئے۔ انسانوں کا بنایا ہوا اور نیا ایجاد کردہ دین نہیں ہو سکتا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ سابقہ انبیاء علیہم السلام پر اپنی ہدایت وحی کی صورت میں نازل کرتا رہا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد مصطفیٰ ﷺ پر دین حق نازل فرما کر اس کی تکمیل کر دی اور اسے ہی دین اسلام قرار دیا اور اس کے علاوہ کسی اور دین کو قبول نہیں کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَا اِخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَ هُمْ بِالْعِلْمِ بَغْیًا بَیْنَهُمْ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِآیٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴾ (آل عمران : ۱۹)

”بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے اور اہل کتاب نے اپنے پاس علم آجانے کے بعد آپس کی سرکشی اور حسد کی بنا پر ہی اختلاف کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ جو بھی کفر کرے اللہ تعالیٰ اس کا جلد حساب لینے والا ہے۔“

اس آیت میں بتلادیا کہ اسلام وہی دین ہے جس کی دعوت و تبلیغ ہر نبی اپنے اپنے دور میں کرتے رہے اور اس کی کامل ترین شکل وہ ہے جسے نبی آخر الزمان محمد مصطفیٰ ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جس میں عقائد و اعمال کا مکمل نمونہ موجود ہے، جن کی تفصیل قرآن کریم اور حدیث رسول میں موجود ہے۔ اب اس دین کے سوا کوئی اور دین عند اللہ مقبول نہیں ہوگا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْغَاسِقِينَ ﴾ (آل عمران : ۸۵)

”جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا دین ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا۔“

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا :

﴿ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴾ (المائدة : ۵)

”آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔“

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں خبر دے دی ہے کہ دین اسلام کی تکمیل محمد کریم ﷺ کی ذات گرامی پر ہو چکی ہے اور دین وحی کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے

محمد ﷺ پر نازل کیا ہے اور اسے ہی پسند فرمایا۔ اب اس میں کسی قسم کے رد و بدل کی گنجائش نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ دین کے کچھ ایسے مسائل باقی ہیں جو پورے نہیں ہوئے تو اس نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ العیاذ باللہ محمد ﷺ نے دین میں خیانت کی ہے اور اس کو آگے پورا بیان نہیں کیا۔

امام مالک رحمہ اللہ کے بارے میں امام شاطبی رحمہ اللہ نے اپنی معروف ترین کتاب الاعتصام ۱/۳۹ میں لکھا ہے کہ :

قال ابن ماجشون : سمعت مالكا يقول : من ابتدع في الاسلام بدعة يراها حسنة فقد زعم ان محمدا ﷺ خان الرسالة لان الله يقول ﴿ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ ﴾ فما لم يكن يومئذ ديننا فلا يكون اليوم ديننا۔

ابن ماجشون رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے امام مالک رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ : جس نے دین میں بدعت نکالی اور اسے حسنہ سمجھا تو اس نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ محمد ﷺ نے رسالت میں خیانت کی ہے۔

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ :

((اذا حدثتكم حديثا فلا تزيدن عليه)) (مسند احمد ۵/۱۱ رقم ۱۹۶۱۸)

”جب میں تمہیں کوئی بات بیان کروں تو تم اس پر اضافہ ہرگز نہ کرنا۔“

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ دین اسلام میں کسی آدمی کو اضافہ و زیادتی کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔ نبی ﷺ نے جس طرح تعلیم دی اس کو من و عن اسی طرح تسلیم کرنے کا نام اسلام ہے۔ اس بات کی تائید نبی کریم ﷺ کی ایک اور حدیث سے ہوتی ہے۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا : جب تو اپنے بستر پر آنے لگے تو نماز کے وضو کی طرح وضو کر لے پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ

اپھر کہہ :

((اللهم اسلمت وجهي اليك وفوضت امري اليك والجات ظهري اليك  
رغبة ورهبة اليك لا ملجأ ولا منجأ منك الا اليك اللهم امنت بكتابك  
الذي انزلت ونبئك الذي ارسلت))

”اے اللہ میں نے اپنا چہرہ تیرے سپرد کیا اور اپنا معاملہ تیرے حوالے کیا  
اور تجھے اپنا پشت پناہ بنایا۔ تیری طرف رغبت رکھتے ہوئے اور ڈرتے  
ہوئے تیرے سوا کوئی پناہ گاہ اور نجات کی جگہ نہیں۔ اے اللہ! میں تیری  
اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور تیرے اس نبی پر ایمان لایا جسے  
تو نے بھیجا۔“

آپ نے فرمایا اگر تو اس رات فوت ہو گیا تو تو فطرتِ اسلام پر ہو گا اور ان  
کلمات کو اپنے آخری کلمے بنا۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے ان کلمات کو رسول اللہ ﷺ  
پر ذہرایا۔ جب میں ان کلمات پر پہنچا ((اللهم امنت بكتابك الذي انزلت)) تو میں  
نے آگے پڑھا اور سولک تو آپ نے فرمایا نہیں! ((و نبيك الذي ارسلت)) کہو۔

صحیح بخاری کتاب الوضوء (۲۴۷)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جس طرح آپ نے تعلیم دی ہمیں اس میں  
کی بیشی کرنے کی اجازت نہیں۔ صحابی کو آپ نے دُعا سکھلائی اور جب وہ دُعا صحابی  
نے رسول اللہ ﷺ کو سنائی تو ((و نبيك)) کی جگہ ورسولك پڑھنے لگے تو آپ نے فرمایا  
نہیں ((و نبيك)) ہی کہو۔ حالانکہ آپ اللہ کے نبی بھی ہیں اور رسول بھی ہیں لیکن  
آپ نے جو دُعا بتلائی تھی صحابی کو اسی طرح یاد کرنے کی تعلیم دی۔ صحابی کو بھی کسی  
بیشی کی اجازت نہیں تو موجودہ زمانے کے بدعتی مولویوں اور صوفیاء کو کس طرح دین  
اسلام میں بدعت داخل کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

عن نافع ان رجلا عطس عند عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہما فقال

الحمد لله والسلام على رسول الله ﷺ فقال ابن عمر : وانا اقول  
الحمد لله والسلام على رسول الله ﷺ ولكن ليس هكذا علمنا  
رسول الله ﷺ اذا عطس احدنا ان يقول الحمد لله على كل حال۔

• مستدرک حاکم کتاب الادب ۳ / ۲۶۶ - ۲۶۷ رقم (۷۶۹۱) 'ترمذی کتاب الادب  
(۲۷۳۸) سے امام حاکم اور امام ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی نے چھینک ماری  
تو کہا : الحمد لله والسلام على رسول الله تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا : میں بھی کہتا  
ہوں الحمد لله والسلام على رسول الله لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس طرح  
نہیں سکھایا۔ جب ہم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ الحمد لله على كل حال  
کہے۔

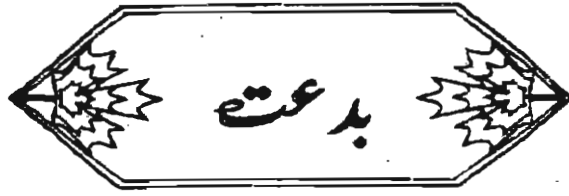
اس حدیث کا بھی مقتضی یہ ہے کہ : چھینک کا جواب جیسے رسول اللہ ﷺ نے  
سکھایا ہے اسی طرح دیا جائے نہ کہ اپنی طرف سے اضافہ کر کے ساتھ رسول اللہ  
ﷺ کی ذات پر سلام بھی کہہ دیا جائے۔ صحابی کی توضیح سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول  
اللہ ﷺ کی ذات پر سلام اور اللہ کے لیے حمد بیان کرنی چاہیے لیکن طریقہ رسول  
اللہ ﷺ کا اختیار کرنا چاہیے 'اپنی طرف سے اضافہ کر کے دین میں مسائل داخل  
نہیں کرنے چاہئیں۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جب دین کی تکمیل رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی  
پر کر دی ہے تو آپ نے دین کے تمام پہلو واضح کر دیئے ہیں کوئی رخنہ ایسا نہیں  
چھوڑا جو دین ہو اور آپ نے اسے بیان نہ کیا ہو۔ ہمارا یقین کامل ہے کہ آپ  
صاحب وحی 'صادق و مصدوق اور اللہ کی بات کے امین ہیں۔ رشد و ہدایت جو اللہ  
نے آپ پر نازل کی آپ نے اسے فریضہ رسالت سمجھ کر آگے پہنچایا اور ہدایت کے  
مقابل احداث و بدعات کی مذمت فرمائی۔



موجودہ زمانے میں اہل بدعت نے دین کے نام پر بے شمار بدعات ایجاد کر لی ہیں اور نصوص شریعت کو غلط معانی پہنا کر اپنی ایجاد کردہ باتوں کو پھیلا رہے ہیں۔ اس مختصر سے مضمون میں ان کی بدعات میں سے عید میلاد کی بدعت کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی تاریخ کا ذکر کرنے سے پہلے بدعت کا لغوی و شرعی مفہوم اور اس کی تردید میں مروی چند احادیث کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ مقصود سمجھنے میں آسانی ہو۔





## بدعت کی لغوی تعریف :

- (۱) علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی رقمطراز ہیں :
- بدعة بالكسر الحدث في الدين بعد الاكمال او ما استحدث بعد النبي ﷺ من الاهواء والاعمال (القاموس المحيط ۳ / ۳)
- بدعت با کے کسر کے ساتھ : ایسی چیز جو تکمیل دین کے بعد نکل جائے یا وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ کے بعد خواہشات و اعمال کی صورت میں پیدا کی جائے۔
- (۲) علامہ محمد بن ابی بکر الرزای فرماتے ہیں :
- البدعة : الحدث في الدين بعد الاكمال مختار الصحاح ص ۴۴
- بدعت : تکمیل دین کے بعد کسی چیز کو دین میں نیا ایجاد کرنا ہے۔
- (۳) شیخ فخر الدین المرینی ناقل ہیں :
- الحدث في الدين- وما ليس له اصل في كتاب و سنة وانما سُميت بدعة لان قائلها ابتدئها هو نفسه. مجمع البحرين ۳ / ۲۹۸ - ۲۹۹
- بدعت دین میں کسی نئی چیز کی ایجاد کا نام ہے اور جس کی کتاب و سنت میں اصل نہ ہو اس کو بدعت اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے قائل نے اسے بذات خود گھڑا ہے۔
- (۴) علامہ تصدیق حسین رضوی نے لکھا ہے کہ :

نئی بات اور نئی رسم دین میں نکالنی جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نہ تھی۔  
لغات کشوری ص ۶۲۔

(۵) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

ہی کل شی عمل علی غیر مثال سابق شرح مسلم للنووی ۱/۲۸۵۔  
یعنی ہر وہ چیز جو کسی سابقہ نمونہ کے بغیر کی جائے۔

(۶) امام ابو اسحاق الشاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

واصل مادة "بدع" للاختراع علی غیر مثال سابق و منه قول اللہ تعالیٰ  
(﴿ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾) (بقرہ : ۱۱۷) ای مخترعہا من غیر مثال سابق  
متقدم وقوله تعالیٰ ﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ (الاحقاف : ۹) ای ما  
كنت اول من جاء بالرسالة من اللہ الی العباد بل تقدمنی كثير من  
الرسل۔ ويقال ابتدع فلان بدعة یعنی ابتدا طريقة لم يسبقه اليها سابق۔  
الاعتصام الباب الاول ۱/۳۶۔

اصل مادہ اس کا "بدع" ہے جس کا مفہوم کسی سابقہ نمونے کے بغیر کسی چیز  
کا ایجاد کرنا ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : ﴿ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ  
وَالْاَرْضِ ﴾ "یعنی آسمانوں و زمین کو کسی سابقہ نمونے کے بغیر بنانے والا"  
اور اللہ تعالیٰ کا فرمان : ﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ (احقاف : ۹) "یعنی  
میں اللہ کی طرف سے رسالت لے کر آنے والا پہلا آدمی نہیں ہوں بلکہ مجھ  
سے پہلے بھی بہت سے رسول آچکے ہیں۔ اسی طرح جب کہا جاتا ہے ابتدع  
فلان بدعة تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس نے ایسا طریقہ شروع کیا ہے  
جس کی طرف پہلے کسی نے سبقت نہیں کی۔

ان ائمہ لغات کی توضیحات سے معلوم ہوا کہ بدعت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی

ایسی چیز کو ایجاد کرنا جس کی مثل یا نمونہ پہلے موجود نہ ہو۔

بدعت کے اصطلاحی معنی

امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

﴿بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ مثل اور نمونے کے بغیر پیدا کرنے والا ہے اور یہی لغوی تقاضا ہے اس لیے کہ لغت میں ہر نئی چیز کو بدعت کہا جاتا ہے۔

والبدعة على قسمين : تارة تكون بدعة شرعية كقوله : فان كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة و تارة تكون بدعة لغوية : كقول امير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي اللہ عنہ عن جمعه اياهم على صلاة التراويح واستمرارهم : نعمت البدعة هذه۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/۱۷۲)

اور بدعت کی دو قسمیں ہیں: (۱) بدعت شرعی: جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: ”ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

(۲) بدعت لغوی: جیسے امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضي اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع ہو کر تراویح پڑھنے کے متعلق فرمایا کہ: یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔

امام عبدالرحمن بن شہاب المعروف ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والمراد بالبدعة : ما احدث مما لا اصل له في الشريعة يدل عليه فاما ما كان له اصل من الشرع يدل عليه فليس ببدعة شرعاً وان كان بدعة لغة (جامع العلوم والحکم ۱۲/۱۷۲)

بدعت سے مراد وہ نوا ایجاد چیز جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو جو اس پر دلالت کرے۔ بہر کیف جس کی شریعت میں کوئی اصل ہو جو اس پر دلالت کرے وہ شرعی بدعت نہیں اگرچہ وہ لغت کے اعتبار سے بدعت ہو۔

امام ابوالحسن شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

طريقة في الدين مخترعة تضاهي الشرعية يقصد بالسلوك عليها

المبالغة في التعبد لله سبحانه (الاعتصام ۱/۳۷۷)  
 دین کے اندر ایسا نواجب طریقہ جو شریعت اسلامیہ کے مشابہ ہو اور اس پر  
 عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مبالغہ کرنا مقصود ہو۔  
 دکتور علی بن محمد ناصر استاد بقسم الدراسات العليا مدینہ منورہ فرماتے ہیں :

وهذا التعريف يشمل كل ما احدث في الدين مما لا اصل له في  
 الشريعة يدل عليه (البدعة ضوابطها و اثرها اليسئى فى الامه ص ۱۱۳)  
 یہ تعریف ہر اُس چیز کو شامل ہے جو دین میں نئی ایجاد کی گئی، جس کی  
 شریعت میں کوئی اصل نہ ہو جو اس پر دلالت کرے۔ اور جس کی شریعت  
 میں کوئی اصل ہو جو اس پر دلالت کرے وہ شرعی بدعت نہیں اگرچہ اسے  
 بدعت (غوی) کا نام دیا جاتا ہو۔

تقریباً یہی تعریف شیخ سلیم بن عید المللی شاگرد محدث العصر علامہ البانی رحمہم اللہ  
 اللہ نے اپنی کتاب ”البدعة“ ص ۶ میں درج کی ہے۔  
 مولوی عبدالغنی خاں حنفی اپنی کتاب الحنہ لاهل السنۃ ص ۱۱۱ میں البحر الرائق  
 اور ذر مختار فقہ حنفی کی کتب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ :

البدعة ما احدث على خلاف الحق المتلقى من رسول الله ﷺ من  
 علم او عمل او حال بنوع شبهة او استحسان وجعل ديننا قويمًا و  
 صراطًا مستقيمًا۔

بدعت وہ چیز ہے جو ایسے حق کے خلاف ایجاد کی گئی ہو جو رسول اللہ  
 ﷺ سے اخذ کیا گیا ہو۔ علم، عمل یا حال اور کسی شبہ کی بنیاد پر اسے اچھا  
 سمجھ کر دین قویم اور صراط مستقیم بنا لیا گیا ہو۔

ان ائمہ اور حنفی اکابر کی توضیحات سے معلوم ہوا کہ ہر وہ نیا کام جسے  
 ثواب و عبادت سمجھ کر دین میں داخل کر لیا گیا ہو وہ بدعت ہے اور

شریعت اسلامیہ کی رُو سے مُردود ہے۔

## بدعت اور اہل بدعت کے متعلق ارشادات نبویہ

(۱) اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من احدث فی امرنا هذا ما لیس فیہ فہور د))

”جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے وہ مُردود ہے۔“

صحیح بخاری کتاب الصلح باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مُردود (۲۶۹۷) صحیح مسلم کتاب الاقضية باب نقض الاحکام الباطلہ ورد محدثات الامور (۱۷۱۸) مسند احمد ۶ / ۷۳ / ۲۳۰ / ۲۷۰ ابوداؤد باب فی لزوم السنة کتاب السنة (۳۶۰۶) ابن ماجہ (۱۳) ابن حبان (۳۶ / ۲۷)

صحیح مسلم میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے کہ:

((من عمل عملا لیس علیہ امرنا فہور د))

”جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں وہ مُردود ہے۔“

اور امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے یوں روایت کیا ہے کہ:

من احدث فی دیننا ما لیس منہ فہور د۔ شرح السنة باب رد البدع

والاھواء ۱/۲۱۱ (۱۰۳)

یعنی اس حدیث میں ((أَمْرُنَا)) کی تفسیر ((دیننا)) سے ہے۔ امر سے مراد دین ہے۔ جس نے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی وہ مُردود ہے۔ اس تفسیر کی رُو سے دنیاوی ایجادات بدعت شرعی کی تعریف سے خارج ہو گئیں اور اہل بدعت کے شبہات کا ازالہ ہو گیا جو کہتے ہیں کہ گھڑی پہننا، لاؤڈ سپیکر، گاڑیاں وغیرہ بھی تو بدعت

ہیں۔ حدیث مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ بدعت مردودہ وہ ہے جو دین میں نئی ایجاد کی گئی ہو اور اسے عبادت سمجھ کر تقرب الہی مراد ہو۔

اور یہی الفاظ امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع العلوم والحکم حدیث نمبر ۱۱۵/۶ کے تحت ذکر کیے ہیں۔

(۲) امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ: لعن اللہ من ذبح لغير الله ولعن الله من سرق منار الارض۔ لعن الله من لعن والده۔ لعن الله من آوی محدثا۔

صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب تحریم الذبح لغير الله (۱۹۷۸) مسند احمد ۱۱۸/۱ شرح السنة ۲۲۶/۱ سنن نسائی کتاب الضحایا باب من ذبح لغير الله عزوجل (۴۳۳۳) ۲۶۶/۷

اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ایسے آدمی پر جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا اور اس کی لعنت بر سے ایسے آدمی پر جس نے زمین کی حدود چوری کر لیں اور اللہ کی لعنت ہو ایسے آدمی پر جس نے اپنے والد کو لعنت کی اور ایسے آدمی پر بھی اللہ کی لعنت ہو جس نے کسی بدعتی کو پناہ دی۔

(۳) ((عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المدینة حرم من کذا

الی کذا لا یقطع شجرها ولا یحدث فیها حدثٌ من احدث فیها

حدثا فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعین.))

صحیح بخاری کتاب فضائل المدینة (۱۸۶۷) و کتاب الاعتصام

بالکتاب والسنة (۷۳۰۶) صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل

المدینة ۳۲۱/۱ طباکستان۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ

اس اس طرح حرم ہے، اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ اس میں

کوئی بدعت نکالی جائے۔ جس نے اس میں بدعت نکالی اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام بنی نوع انسان کی لعنت ہو۔

(۳) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مدینہ کے متعلق اسی طرح ایک حدیث مروی ہے جس میں ہے کہ:

((فمن أحدث فيها حدثا أو آوى فيها محدثا فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين لا يقبل منه صرف ولا عدل.)) الحدیث۔

صحیح بخاری کتاب الحزب باب ذمة المسلمین وحوارہم واحده

(۳۱۷۲) و کتاب فضائل المدینہ (۱۸۷۰) و کتاب الفرائض

(۶۷۵۵) و کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة (۷۳۰۰) مسند احمد ۸۱/۱

۳۶ صحیح مسلم کتاب الحج (۱۳۷۰) ابوداؤد کتاب المناسک

(۲۰۳۳) ترمذی کتاب الولا (۲۳۸) مسند ابی یعلیٰ (۲۶۳) ۲۲۸/۱

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کی یا اس

میں کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی

لعنت ہو۔ نہ اس کی کوئی فرضی عبادت قبول کی جائے گی اور نہ نفلی۔

(۵) ((عن العریاض بن ساریة رضی اللہ عنہ قال: وعظنا رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم موعظةً وجلت منها القلوب وخرعت منها العیون فقلنا یا

رسول الله كأنها موعظة مودع فإوصنا قال: أوصیکم بتقوی الله

والسمع والطاعة وان تامر علیکم عبداً وانه من یعش منکم بعدی

فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدين

المهدين عضوا علیها بالنواجذ وایاکم و محدثات الامور فان کل

بدعة ضلالة.))

جامع العلوم والحکم ۱۰۹/۲ واللفظ له ابوداؤد کتاب السنة باب فی



لزوم السنة (۴۶۰۷) ترمذی کتاب العلم باب ما جاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدع (۳۶۷۶) ۴۳/۵ ابن ماجه مقدمه باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين (۴۲) ۴۳ دارمی ۴۳/۱ مسند احمد ۱۳۶/۳ ۱۲۷ کتاب السنة لابن ابی عاصم (۲۷) شرح السنة (۱۰۲) ۲۰۵/۱ بیہقی ۵۴۱/۶ حلیة الاولیاء ۲۴۰/۵ ۱۱۵/۱۰ مستدرک حاکم ۹۷-۹۵/۱ صحیح ابن حبان (۵)۔

”عراض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے ہمیں ایک دن وعظ و نصیحت کی جس سے دل لرز گئے اور آنکھوں سے آنسو بہ پڑے۔ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ گویا کہ یہ وعظ الوداع کہنے والے کا ہے۔ آپ ہمیں وصیت فرمائیں۔ تو آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کے ڈر اور سبوح و طاعت کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ تمہارے اوپر کوئی غلام امیر بن جائے اور جو تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا تو تم پر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) کی سنت لازم ہے۔ اسے داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لو اور نئے ایجاد کردہ امور سے بچو بے شک ہر بدعت گمراہی ہے۔“

اور بعض طرق میں یوں مروی ہے کہ :

((واياكم و محدثات الامور فان كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة)) (ابوداؤد)

”نئے ایجاد کردہ کاموں سے بچو بے شک ہر نیا ایجاد کردہ کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

(۶) ((عن انس بن مالك رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ : ان الله

حسب التوبة عن كل صاحب بدعة.))

رواه الطبرانی فی الاوسط و رجال رجال الصحيح غير هارون بن موسى الفروي وهو ثقة' مجمع الزوائد ۱۰/۱۹۲ طبرانی اوسط ۵/۱۱۳۔

”انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر بدعت والے آدمی سے توبہ کو روک دیا ہے۔“

اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ ہارون بن موسیٰ الفروی کے علاوہ اور وہ ثقہ ہیں۔

(۷) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا خطبہ بیان کرتے ہوئے ذکر کیا کہ آپ خطبے میں فرماتے:

((فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدي هدي محمد وشر الامور محدثاتها و كل بدعة ضلالة)) الحديث۔

صحيح مسلم كتاب الجمعة باب تخفيف الصلوة والخطبة (۳۳)

ابن ماجه مقدمة باب اجتناب البدع والحلل (۳۵)

”بے شک سب سے بہترین حدیث اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت و سیرت محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور کاموں میں بڑے ترین کام وہ ہیں جو نئے ایجاد کیے گئے ہوں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

اور سنن نسائی کتاب العیدین باب کیف الخطبة (۱۵۷۷) اور صحيح ابن خزيمة كتاب الجمعة (۱۷۸۵) میں اس طرح ہے:

((كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة و كل ضلالة في النار.))

”ہر نئی ایجاد کردہ چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں (لے جانے والی) ہے۔“

اس حدیث مبارکہ میں ((مُذَى)) کے مقابل ((احداث)) ہے یعنی بدعت سنت کے مقابل ہے اور ہدایت اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے ہے اور احداث و بدعت

لوگوں کی طرف سے ہے اور کامیابی و کامرانی اس راستے میں ہے جو منجانب اللہ ہے اور جو لوگوں کا ایجاد کردہ ہے اس میں ناکامی و نامرادی ہے۔ اللہ کی حدیٰ کو ترک کر کے اپنی ایجاد کردہ بدعت کے پیچھے لگنے والا بہت بڑا گمراہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَذَا بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ ﴾ (القصص : ۵۰)

”اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہو سکتا ہے جس نے اللہ کی جانب سے حدیٰ کو چھوڑ کر اپنی ”ھوئی“ خواہش کی پیروی کی۔“

اور دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا :

﴿ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ﴾ (ص : ۲۶)

”اور خواہش کی پیروی نہ کر یہ تجھے اللہ کی راہ سے ہٹا دے گی۔“

ان ہر دو آیات سے معلوم ہوا کہ ہدایت، دین اور شریعت یہ اللہ کی جانب سے ہے اور ھوئی یعنی اپنی خواہش و مرضی سے ایجاد کرنے والے امور گمراہی کا ذریعہ ہیں اور بدعات بھی ایسے ہی امور ہوتے ہیں جنہیں انسان اپنی مرضی سے ایجاد کر کے انہیں دین و شریعت کا نام دیتا ہے اور اس پر ثواب کی امید رکھتا ہے اور جس کام کو آدمی ثواب سمجھ کر کرے تو پھر اس کام سے رجوع کی امید نہیں کی جاسکتی اسی لیے اسے توبہ کرنے کی توفیق نہیں ملتی جیسا کہ اوپر طبرانی اوسط کے حوالے سے حدیث گزر چکی ہے۔ اسی لیے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :

(۸) البدعة احب الی ابلیس من المعصية المعصية یتاب منها

والبدعة لا یتاب منها. (شرح السنة ۱/۲۱۶)

”بدعت ابلیس لعین کو معصیت سے زیادہ محبوب ہے۔ اس لیے کہ

معصیت سے توبہ کی جاتی ہے جبکہ بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی۔“

کیونکہ لوگ بدعت کو حسنه اور ثواب سمجھ کر کرتے ہیں حالانکہ بدعت خواہ کتنی

عی اچھی اور بھلی معلوم ہو وہ بدعت ہی ہوتی ہے اور بدعت گمراہی ہے اور گمراہی جہنم میں لے جاتی ہے۔

شیخ سلیم بن عبد الملک حفظہ اللہ نے امام دارمی کے حوالے سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ذکر کر کے سند کی تصحیح کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

(۹) كل بدعة ضلالة وان رآها الناس حسنة

”ہر بدعت گمراہی ہے اور اگرچہ لوگ اسے اچھا سمجھیں“

(البدعة واثرها السبئی فی الامۃ ص ۱۴)

اور اسی معنی کا ایک قوم امام مالک رضی اللہ عنہ کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔

(۱۰) عن مجاهد قال : كنت مع ابن عمر رضی اللہ عنہما فتوب رجل

فی الظهر او العصر قال : اخرج بنا فان هذه بدعة۔

ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی التثویب (۵۳۸) ترمذی ابواب الصلوٰۃ

باب ما جاء فی التثویب فی الفجر (۱۹۸) سنن کبریٰ للبیہقی ۱ / ۳۲۳

عبدالرزاق (۱۸۳۲) اس روایت کی سند حسن ہے دیکھیے نیل المقصود

(۸۳۵)

”مجاہد فرماتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا تو ایک آدمی

نے ظہر یا عصر کی نماز میں تہویب کسی (یعنی اذان کے بعد دوبارہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہ

کر نماز کی طرف بلایا) تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہمیں یہاں سے لے چلو یقیناً

یہ بدعت ہے۔“

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کی طرف بلانے کیلئے اذان تعلیم فرمائی ہے جس

میں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح جیسے کلمات نماز کی طرف دعوت دیتے

ہیں تو اذان کے بعد الصلوٰۃ کہہ کر نماز کی دعوت دینے کا معنی یہ ہے کہ اس نے

رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کو کافی نہیں سمجھا اور اذان کے علاوہ اپنی طرف سے کلمات

کہہ کر نماز کی دعوت دیتا ہے لہذا جو طریقہ شارع ﷺ نے نہیں بتلایا اپنی طرف

سے ایجاد کر کے اسے دین میں داخل کرنا بدعت ہے۔ اسی لیے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فان هذه بدعة یہ بدعت ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بدعات سے کس قدر نفرت کرتے تھے۔ اس کی دلیل ایک یہ بھی ہے کہ :

(۱۱) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک دن مسجد میں کچھ لوگوں کو دیکھا جو حلقہ باندھے نماز کا انتظار کر رہے تھے اور ہر حلقے میں جس قدر افراد ہیں ان کے پاس کنکریاں ہیں اور ایک آدمی انہیں کہتا ہے کہ سو بار اللہ اکبر کہو تو وہ ان کنکریوں پر سو بار اللہ اکبر کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ سو بار لا الہ الا اللہ کہو وہ سو بار لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے سو بار سبحان اللہ پڑھو تو وہ سبحان اللہ پڑھتے ہیں۔ ان کا یہ عمل دیکھ کر صحابی رسول عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا :

ويحكم يا امة محمد ما اسرع هلكتكم هو لاءصحابة نبيكم ﷺ  
متوافرون وهذه ثيابه لم تبل و آنيته لم تكسرو الذي نفسى بيده انكم  
لعلی ملة هي اهلى من ملة محمد؟ او مفتحرا باب ضلالة۔

”اے امت محمد ﷺ! تم پر افسوس کہ کس قدر جلد ہی تم ہلاکت میں پڑ گئے۔ یہ تمہارے نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تم میں داخل موجود ہیں۔ آپ کے یہ کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور آپ کے یہ برتن ابھی نہیں ٹوٹے۔ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کیا تم ایسی ملت پر ہو جو ملت محمد ﷺ سے زیادہ ہدایت والی ہے؟ کیا تم گمراہی کے دروازے کھول رہے ہو۔“

تو انہوں نے کہا اے ابو عبد الرحمن اللہ کی قسم ہم نے تو صرف خیر کا ارادہ کیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو خیر کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن وہ ہرگز اسے نہیں پاسکتے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیان کیا کہ ایک قوم ایسی ہوگی جو قرآن پڑھے گی اور قرآن ان کی ہنسی کی ہڈیوں سے تجاوز نہیں کرے گا۔

اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ شاید ان جیسے اکثر لوگ تم میں سے ہی ہیں پھر ان سے منہ موڑ کر چلے گئے۔ تو عمرو بن سلمہ فرماتے ہیں میں نے ان حلقے والوں سے اکثر لوگوں کو دیکھا کہ نمروان کے دن وہ خارجیوں کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف لڑتے تھے۔ سنن دارمی ۶۰/۱-۶۱ رقم (۲۱۰) باب فی کراہیۃ اخذ الراۃ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے معلوم ہوا کہ دین میں نئے امور کو ایجاد کرنے والوں سے انہیں کس قدر تکلیف پہنچی اور انہیں گمراہی کا دروازہ کھولنے والا قرار دیا ہے۔ انہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بدعت کی تردید میں ایک اور قول مروی ہے :

(۱۲) عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال : "اتبعوا ولا تبتدعوا

فقد کفیتم"

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا : اتباع (سنت) اختیار کرو اور بدعت اختیار نہ کرو تم کفایت کیے گئے ہو۔"

مجمع الزوائد ۱/۱۸۱، امام بیہقی نے فرمایا : رجالہ رجال الصحیح اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ سنن داری ۶۱/۱۔

ان احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ کسی فرد کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ اپنی طرف سے مسائل بنا کر ان کا دین میں اضافہ کرے اگر کوئی شخص اپنی ایجاد کردہ بدعات کو دین میں داخل کرتا ہے تو اس کی ایجاد کردہ بدعات مردود ہیں، عند اللہ کبھی بھی منظور نہیں۔

بدعت کی لغوی و شرعی تعریف اور بدعت کے تو میں مندرجہ بالا چند احادیث کے بعد اب "عید میلاد النبی کی بدعت" کا مل ذکر کرتا ہوں۔

یہ عید جسے موجودہ زمانے کے متبعین بڑے دھوم دھام سے مناتے ہیں اس کا ثبوت قرآن مجید، احادیث نبویہ اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم سے کسی بھی صحیح سند کے

ساتھ نہیں ملتا۔

یہ بدعت سب سے پہلے فاطمی امراء جو رافضی العقیدہ تھے ان کی وضع کردہ ہے جیسا کہ آگے مذکور ہوگا۔ ان شاء اللہ

خیر القرون میں اس کا کہیں بھی وجود نہیں ملتا۔ خود رسول اکرم ﷺ جن کے نام کی یہ عید منائی جاتی ہے ان کے اعلانِ نبوت کے بعد ۲۳ مرتبہ یہ دن آیا لیکن آپ نے کبھی بھی اس کو عید قرار دے کر اس کے لیے خصوصی محافل قائم نہیں کیں اور نہ ہی اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا آفرمایا۔ اسی طرح آپ کی وفات کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں دو مرتبہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۱۱ مرتبہ یہ دن سایہ گلن ہوا۔ داماد رسول عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۱۲ مرتبہ اور داماد رسول علی رضی اللہ عنہ کے ایامِ خلافت میں ۵ مرتبہ یہ دن آیا اور خلافتِ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے ایام میں ۲۰ دفعہ اور آخری صحابی ابو طفیل رضی اللہ عنہ کی وفات تک کئی بار یہ دن آیا۔ کسی صحابی نے بھی اس کو منانے کا اہتمام نہیں کیا۔

اسی طرح امام ابو حنیفہ، امام دارالجمرة، امام مالک، امام مدینہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کے ایام ہائے زندگی میں کئی بار یہ دن آیا لیکن کسی ایک امام نے بھی اسے عید میلاد قرار دے کر اس کا اہتمام نہیں فرمایا اور کسی ایک امام کی کتاب میں اس کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔ اگر اس کا دین سے کوئی تعلق ہوتا تو رسول اللہ ﷺ، آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ محدثین رضی اللہ عنہم ضرور اس کا تذکرہ کرتے۔ جب زمانہ خیر القرون اس بدعت کے ذکر سے خالی ہے تو لامحالہ یہ احداث فی الدین ہے اور مردود ہے۔

علامہ تقی الدین احمد بن علی المعروف  
عید میلاد کے ایجاب کی تاریخ : بالمقریزی نے اپنی کتاب "المواعظ

والاعتبار بذكر الخطط والاثار" کی جلد نمبر ۱ ص ۳۹۰ میں یہ عنوان قائم کیا ہے :

"ذكر الايام التي كان الخلفاء الفاطميون يتخذونها اعيادا و مواسم

تتسع بها احوال الرعية و تكثر نعمهم-“  
ان ایام کا تذکرہ جن میں فاطمی خلفاء عیدیں اور تہوار مناتے تھے جن کے ذریعے رعایا کے حالات کشادہ ہو جاتے اور ان کی نعمتیں کثیر ہو جاتیں۔  
اسی عنوان کے تحت علامہ مقریزی رقمطراز ہیں :

”كان للخلفاء الفاطميين في طول السنة اعياد و مواسم و هي موسم راس السنة و موسم اول العام و يوم عاشوراء و مولد النبي ﷺ و مولد علي بن ابي طالب ﷺ و مولد الحسن و مولد الحسين عليهما السلام و مولد فاطمة الزهراء عليها السلام و مولد الخليفة الحاضر---“

”فاطمی خلفاء سال کے لمبے عرصے میں عیدیں اور تہوار مناتے تھے اور یہ تہوار سال کے شروع میں، عاشورے کے دن، میلاد انبی ﷺ اور میلاد علی رضی اللہ عنہ اور میلاد حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور میلاد فاطمہ رضی اللہ عنہا اور موجود خلیفہ کا میلاد ہوتا تھا۔“

علامہ مقریزی کی اس توضیح سے معلوم ہوا کہ میلاد کے موجد فاطمی خلیفے تھے اور یہ بات تقریباً ہر خاص و عام پر عیاں ہے کہ فاطمی خلیفے عقیدتاً کثرانرضی شیعہ تھے اور یہ میلاد ان راضی شیعوں کی ایجاد ہے اور وہ میلاد رسول ﷺ کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کا بھی میلاد مناتے تھے۔

اسی بات کا ذکر علامہ ابو العباس احمد بن علی القلقشنندی نے ”صبح الاعشى في صناعة الانشاء“ ۳ / ۴۹۸-۴۹۹ میں کرتے ہوئے لکھا ہے :

الجلوس الثالث جلوسه في مولد النبي ﷺ في الثاني عشر من شهر ربيع الاول و كان عاداتهم فيه ان يعمل في دار الفطرة عشرون قنطاراً من السكر الفائق حلوى من طرائف الاصناف و تعبا في ثلاثمائة



صينية نحاس فاذا كان ليلة ذلك المولد تفرق في ارباب الرسوم  
كقاضى القضاة و داعى الدعاة و قراء الحضرة والخطباء  
والمتصدرين بالحوامع بالقاهرة ومصر وقومة المشاهد وغيرهم۔  
”فاطمی خلیفے تیسرا جلوس ۱۲ / ربیع الاول کو میلاد النبی کا نکالتے تھے اور اس  
جلوس کے بارے میں ان کی عادت تھی کہ دارالافتاء میں ۲۰ قطار عمدہ شکر  
کا مختلف اقسام کا حلوہ تیار کیا جاتا اور اسے بیتل کے ۳۰۰ برتنوں میں بانٹ  
کر رکھا جاتا جب میلا کی رات ہوتی تو مختلف ارباب سوم جیسے قاضی  
القضاة، ذعا، شہر کے قراء و واعظین اور قاہرہ و مصر کی یونیورسٹیوں کے  
صدور اور مزاروں کے نگران وغیرہ میں بانٹ دیا جاتا۔

علامہ محمد عیسیٰ الخلیفی مفتی مصر اپنی کتاب ”احسن الکلام فیما يتعلق بالسنة  
والبدعة من الاحکام“ کے ص ۴۴، ۴۵ پر لکھتے ہیں کہ :

ان اول من احدثها بالقاهرة الخلفاء الفاطميون واولهم المعز لدين الله  
توجه من المغرب الى مصر في شوال سنة ۳۵۸ هـ اجدى وستين و  
ثلاثمائة هجرية فوصل الى ثغر اسكندرية في شعبان سنة اثنتين و  
ستين و ثلاثمائة و دخل القاهرة لسبع خلون من شهر رمضان في  
تلك السنة فابتدعوا سنة موالد المولد النبوي و مولد امير المؤمنين  
على بن ابي طالب و مولد السيدة فاطمة الزهراء و مولد الحسن و  
مولد الحسين و مولد الخليفة الحاضر و بقيت هذه الموالد على  
رسومها الى ان ابطالها الافضل بن امير الجيوش۔ الخ

”سب سے پہلے عید میلاد قاہرہ میں فاطمی خلیفوں نے ایجاد کی اور ان میں  
سب سے پہلے المعز لدين الله ہے جو ديارِ مغرب سے مصر کی طرف شوال  
۳۵۸ھ میں متوجہ ہوا اور شعبان ۳۵۸ھ میں اسکندریہ کی سرحد تک پہنچ

گیا اور قاہرہ میں اسی سال ۷ / رمضان المبارک کو داخل ہوا تو ان لوگوں نے ۶ موالید ایجاد کیں۔ ۱۔ میلاد النبی۔ ۲۔ میلاد علی۔ ۳۔ میلاد حسن۔ ۴۔ میلاد حسین۔ (۵)۔ میلاد فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ ۶۔ موجودہ خلیفہ کا میلاد۔ یہ چھ موالد اپنے رسوں و رواج کے ساتھ جاری رہے حتیٰ کہ افضل ابن امیر الجیوش نے آکر انہیں ختم کیا۔

یہی بات شیخ علی محفوظ نے اپنی کتاب ”الابداع فی مضار الابتداع“ ص ۱۲۶ میں اور سید علی فکری نے ”المحاضرات الفکریہ“ ص ۸۳ میں ”البدع فی الموالد“ کے عنوان کے تحت اور دکتور علی بن محمد ناصر استاد قسم الدراسات العلیا مدینہ منورہ نے اپنی کتاب ”البدعة ضوابطها و اثرها السیئہ فی الامہ“ ص ۲۱۶ میں لکھی ہے۔

یہ تمام تفصیل ملاحظہ ہو۔ شیخ اسمعیل بن محمد الانصاری کی کتاب ”القول الفصل فی حکم الاحتفال بمولد خیر الرسل“ ص ۶۳-۷۲

ان تاریخی حوالہ جات سے یہ بار روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں فاطمی خلیفوں نے جن چھ میلادوں کو ایجاد کیا تھا ان میں سے ایک ایجاد میلاد النبیؐ بھی تھی۔ اس سے پہلے زمانہ خیر القرون میں اس کا کہیں بھی وجود نہیں ملتا۔ یہ شیعہ رافضیوں کی ایجاد ہے جن کی گمراہی میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں ہے اور ہمارے نام نہاد مسلمانوں نے روافض کی ۵ میلادوں کو ترک کر دیا اور ایک میلاد کو اختیار کر کے اسے محبت رسولؐ کے نام سے جاری رکھا اور جو بعض کتب تواریخ میں عید میلاد کے موجد مظفر الدین کو کبوری کو بتلایا جاتا ہے تو ان میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ اول موجد اس کے رافضی تھے پھر ایک وقت میں خلیفہ الافضل بن امیر الجیوش نے اس کو بند کر دیا تھا پھر اربل شہر میں دوبارہ اس کا اجراء مظفر الدین کو کبوری کے ایام میں ہوا۔

امام ابو محمد عبدالرحمن بن اسماعیل المعروف بابی  
اربل میں میلاد کی ابتداء : شامہ المتوفی ۶۱۵ھ رقمطراز ہیں کہ :

وكان اول من فعل ذلك بالموصل الشيخ عمر بن محمد الملا احد  
الصالحين المشهورين وبه اقتدى في ذلك صاحب اربل وغيره.  
(الباعث على انكار البدع والحوادث ص ۳۱)

”موصل شہر میں سب سے پہلے عمر بن محمد الملا جو مشہور صوفیاء میں سے تھا  
اس نے اسے ایجاد کیا اور اربل کے بادشاہ نے بھی اس کی اس مسئلہ میں  
اقتداء کی۔

علامہ ابو شامہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس توضیح سے معلوم ہوا کہ عمر بن محمد نے اسے موصل  
میں ایجاد کیا اور اربل کے بادشاہ نے اس مسئلہ میں اس کی پیروی کی ہے۔

صاحب اربل کا تعارف اس کا نام ابو سعید کوکبوری بن ابی الحسن علی بن  
بککین بن محمد اور لقب الملک المعظم مظفر الدین  
صاحب اربل ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ : واول من احدث فعل ذلك صاحب اربل  
الملک المعظم ابو سعید کوکبری۔ (الحاوی للفتاویٰ ۱/۱۸۹)  
سب سے پہلے (اربل میں) جس نے میلاد کی بدعت ایجاد کی وہ اربل کا بادشاہ  
الملک المعظم ابو سعید کوکبری ہے۔

علامہ یاقوت الحموی رحمۃ اللہ علیہ معجم البلدان ۱/۱۳۸ میں رقمطراز ہیں :

فانه كثير الظلم عسوف بالرعية راغب في اخذ الاموال من  
غير وجهها۔ الخ۔

یہ بادشاہ بہت بڑا ظالم رعایا پر بہت زیادہ جور و ستم کرنے والا اور لوگوں کے  
اموال کو بلاوجہ غصب کرنے میں رغبت رکھنے والا تھا اور اس کے ساتھ فقراء پر  
خرچ کرنے اور غریبوں پر بہت زیادہ صدقہ کرنے والا تھا اور کفار کے ہاتھوں قیدیوں کو

چھڑانے پر بہت زیادہ مل لگانے والا تھا اور اس کے بارے میں کسی شاعر کا شعر ہے۔

كساعية للخير من كسب فرجها ☆ لك الويل! لا تزني ولا تصدقي

اس عورت کی مانند جو اپنی شرمگاہ کی کمالی کے ساتھ خیرات کرنے والی ہے۔  
اے عورت تیرے لیے ہلاکت ہو نہ تو زنا کر اور نہ صدقہ کن۔

علامہ یاقوت حموی کی اس صراحت سے واضح ہوا کہ یہ بادشاہ لوگوں کے اموال غصب کر کے اور رعایا پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ کر فقراء پر خرچ کرتا اور قیدی چھڑاتا اور شاعر کے مذکورہ بالا شعر کا مکمل مصداق تھا۔

اور علامہ ابنِ خلکان نے اپنی معروف ترین کتاب ”وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان“ (۱۱۷/۴) میں اس کی قائم کردہ محفل میلاد کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے تمام حالات کا ذکر کرنا تو مشکل ہے لیکن ہم اس میں سے کچھ حصہ ذکر کرتے ہیں۔ اس کے ٹلک والے محفل میلاد کے ساتھ اس کے حسن اعتقاد سے خوب واقف تھے۔ اور اربل کے قریبی شہروں مثلاً بغداد، موصل، جزیرہ سنجا، نصیبین، ٹلک عجم اور اطراف سے ہر سال لوگ اس کے پاس آتے تھے۔ ان میں فقہاء، صوفیاء، واعظین، قراء اور شعراء ہر طرح کے لوگ ہوتے تھے۔ محرم سے لے کر ربیع الاول کے ابتدائی ایام تک لوگ مسلسل آتے رہتے تھے اور ملک مظفر الدین کو کبوری لکڑی کے قتبے بنواتا تھا۔

ہر قتبے کے چار یا پانچ طبقے ہوتے تھے۔ وہ ہیں یا اس سے زیادہ قتبے بنواتا تھا۔ جن میں سے ایک قبہ اس کے لیے ہوتا اور باقی امراء اور دیگر اراکین حکومت کے لیے ہوتے تھے اور صفر کی ابتداء میں وہ ان قبول کو سجا دیتے تھے اور ہر قتبے میں موسیقی اور طبلے، ساز نکلیاں اور آلاتِ رقص و سرود رکھے جاتے تھے اور ان ایام میں لوگوں کے کاروبار زندگی معطل ہو جاتے اور لوگ سیر و تفریح کے لیے وہاں پہنچتے اور یہ قتبے شاہی قلعے سے لے کر خانقاہ کے دروازے تک جو میدان کے قریب تھا

کھڑے کر دیئے جاتے اور سلطان روزانہ بعد نمازِ عصر یہاں آتا اور ہر ایک قبے کا مشاہدہ کرتا اور ان کے گانے سنتا اور جو وہ قہوں میں کرتے انہیں ملاحظہ کرتا اور خانقاہ میں رات گزارتا اور محفلِ سماع منعقد کرتا اور نمازِ صبح کے بعد شکار پر نکل جاتا۔ اور ظہر سے پہلے قلعے کی طرف واپس پلٹ آتا اور میلاد کی رات تک روزانہ اس کا یہی معمول ہوتا تھا اور مجلسِ میلاد وہ ایک سال ۸ / ربیع الاول کو اور دوسرے سال ۱۲ / ربیع الاول کو منعقد کرتا تھا۔ اس لیے کہ آپ کی تاریخِ ولادت میں اختلاف ہے اور ولادت کی رات سے دو دن پہلے وہ اونٹ، گائیں اور بکریوں کی کافی تعداد دیکر طبلے، سارنگیاں اور گانے بجانے کے آلات کے ساتھ میدان کی طرف نکلتا تھا۔ پھر وہ میدان میں انھیں ذبح کرتے اور دیکھیں چڑھا دیتے اور رنگا رنگ کے کھانے پکاتے تھے اور میلاد کی رات نمازِ مغرب کے بعد قلعہ میں مجلسِ میلاد منعقد کرواتا تھا اور پھر قلعہ سے اس شان کے ساتھ اترتا کہ اس کے آگے بہت سی شمعیں جلائی جاتی تھیں اور ان شمعوں میں سے دو چار بڑی شمعیں جلوس کی خاص کر ہوتی تھیں اور ان میں سے ہر شمع ایک ٹمچہ رکھی ہوتی تھی اور اس کے پیچھے ٹیک لگانے کے لیے ایک آدمی ہوتا اور وہ شمع ٹمچہ کی پشت پر بندھی ہوتی تھی پہلے تک کہ وہ خانقاہ تک پہنچتا۔

سبط ابن الجوزی نے مرآة الزمان ۸ / ۶۸۱ میں لکھا ہے :

حكى بعض من حضر سماط المظفر فى بعض الموالد انه عد فى ذلك السماط خمسة آلاف راس غنم مشوى وعشرة آلاف دجاجة ومائة فرس ومائة الف زنبديّة وثلاثين الف صحن حلوى قال وكان يحضر عنده فى المولد اعيان العلماء والصوفيه فيخلع عليهم و يطلق لهم و يعمل للصوفيه سماعا من الظهر الى الفجر و يرقص بنفسه معهم وكان يصرف على المولد كل سنة ثلثمائة الف دينار۔  
(الحاوى للفتاوى للسيوطى ۱ / ۱۸۹ - ۱۹۰ البداية والنهاية ۳ / ۳۳۳ سبل

الهدی والرشاد ۱/ ۳۶۲

ملک مظفر کو پوری کے منعقد کردہ میلاد کے دسترخوان پر حاضر ہونے والے افراد میں سے ایک نے بیان کیا کہ اس نے دسترخوان پر ۵ ہزار بھی ہوئی بکریاں اور دس ہزار مرغیاں، ۱۰۰ گھوڑے اور ایک لاکھ مٹی کے پیالے اور ۳۰ ہزار حلوے کی پلیٹیں شمار کیں اور اس کے پاس محفل میلاد میں بڑے بڑے مولوی اور صوفی حاضر ہوتے تھے اور انھیں خلعت فاخرہ پہناتا اور ان کے لیے خیرات کے دروازے کھول دیتا اور صوفیہ کیلئے ظہر سے فجر تک محفل سماع منعقد کرتا اور بذات خود ان کے ساتھ مل کر ڈانس کرتا اور ہر سال محفل میلاد پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔

مندرجہ بالا توضیحات سے ملک مظفر کو پوری کی منعقد کردہ محفل میلاد کی ہیئت واضح ہو گئی کہ اربل شہر میں جو اس نے مجلس میلاد منعقد کی اس میں خلاف شرع امور مثلاً گانا بجانا سنتا، محفل سماع منعقد کر کے رقص کرتا حالانکہ یہ تمام امور رسول اللہ ﷺ کی شریعت مطہرہ کے خلاف ہیں، جن کی وضاحت کیلئے میری کتاب ”فی وی معاترے کا ایسمر“ کا مطالعہ کریں۔

اس فضول خرچ ظالم بادشاہ کو اس وقت محفل میلاد کیلئے قرآن و سنت کی نسوس کو مختلف تاویلات باطلہ کے لبادہ اڈھا کر مواد فراہم کرنے والا ایک مولوی مل گیا جس نے اس موضوع پر ایک کتاب بنام ”التنوير في مولد البشير النذير“ مرتب کر کے اس سے ایک ہزار دینار انعام حاصل کیا۔

ملاحظہ ہو البداية والنهاية ۱۳ / ۱۳۳ و فیات الاعیان ۳ / ۳۳۹ - ۳۴۰ الحاوی

للفتاوی ۱ / ۱۸۹ -

اس کا مکمل نام عمر بن الحسن ابو الخطاب بن وجیه اللاندسی ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: متهم فی نقلہ یہ اپنی نقل میں متهم ہے۔ (میزان ۱۳ /

حافظ انصیاء فرماتے ہیں :

لم یصبحنی حاله کان کثیر الوقیعة فی الائمة ثم قال اخبرنی ابراهیم السنهوری ان مشایخ المغرب کتبوا له جرحه و تضعیفه۔  
”مجھے اس کی حالت اچھی نہیں لگی کہ وہ ائمہ محدثین کی شان میں گستاخی کرتا تھا پھر کما مجھے ابراہیم سنہوری نے خبر دی ہے کہ مغرب کے شیوخ نے اس پر جرح اور ضعف کا حکم لکھا ہے۔ (میزان ۳ / ۱۸۶)

امام ابن نجار نے فرمایا :

رایت الناس مجتمعين علی کذبہ و ضعفه و ادعائه سماع مالم یسمعه و لقاء من لم یلقه (لسان المیزان ۳ / ۲۹۵)  
میں نے اس کے جھوٹ اور ضعف پر اور ایسی باتوں کے سماع کا دعویٰ کرے جو اس نے نہیں سنیں اور ایسے لوگوں کی ملاقات کا دعویٰ کرنا جن سے ملاقات نہیں ہوئی۔ پر ائمہ محدثین کو مجتمع پایا ہے۔

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

و کان ظاہری المذہب کثیر الوقیعة فی الائمة و فی السلف من العلماء خبیث اللسان احمق شدید الکبر قلیل النظر فی امور الدین متہاوناً۔ (لسان المیزان ۳ / ۲۹۶) ”یہ ظاہری مذہب سے تعلق رکھتا تھا اور ائمہ محدثین اور سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ خبیث اللسان، احمق اور بہت زیادہ متکبر اور دینی امور میں تہی دامن اور ست تھا۔“

امام سیوطی نے ”طبقات الحفاظ“ ص ۴۹۸ پر اس کے بارے میں لکھا ہے کہ : و کان مع معرفته و حفظه مجاز فافی النقل مع الدعای العریضه و

يستعمل ((حدثنا)) في الاجازة۔

یہ اپنی معرفت اور قوتِ حفظ رکھنے کے ساتھ نقل میں اٹکل بچو سے کام لیتا تھا اور لمبے چوڑے اور بلند بانگ دعوے کرتا تھا اور روایت کی اجازت میں ((حدثنا)) کا لفظ استعمال کر لیتا تھا یعنی تدلیس سے کام لیتا تھا۔

ائمہ دین رضی اللہ عنہم کی توثیح سے معلوم ہوا کہ محفل میلاد کیلئے کتاب لکھنے والا کوئی ثقہ عالم نہ تھا بلکہ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ کی تصریح کے مطابق خبیث اللسان، متکبر اور گستاخ آدمی تھا۔

چند ایک ائمہ دین رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ المعروف بابن الحاج فرماتے ہیں:

ومن جملة ما احدثوه من البدع مع اعتقادهم ان ذلك من اكبر العبادات واطهار الشعائر ما يفعلونه في شهر ربيع الاول من المولد وقد احتوى على بدع و محرمات۔ المدخل / ۲۲۹ جزء ثانی۔

”لوگوں کی نوا بجا باتوں اور بدعات میں سے جسے وہ سب سے بڑی عبادت اور شعائرِ اسلامیہ کے اظہار کا اعتقاد کرتے ہیں ایک ماہ ربیع الاول میں مجلس میلاد کا قیام ہے اور یہ بہت سی بدعات اور محرمات کو شامل ہے۔“

اور میلاد کے کچھ مفاسد ذکر کرتے ہوئے ص ۲۳۴ پر رقمطراز ہیں:

وهذه المفاسد مركبة على فعل المولد اذا عمل بالسماع فان خلا منه وعمل طعامًا فقط ونوى به المولد ودعا اليه الاخوان وسلم من كل ما تقدم ذكره فهو بدعة بنفس نيت فقط اذ ان ذلك زيادة في الدين وليس من عمل السلف الماضين واتباع السلف اولى۔

”اور یہ مفاسد مجلس میلاد پر اس صورت میں اکٹھے ہوتے ہیں جب اس میں محفل سماع ہو اگر یہ مجلس سماع سے مبرا ہو اور صرف میلاد کی نیت



سے کھانا تیار کیا جائے اور اس کی طرف بھائیوں کو دعوت دی جائے اور ہر قسم کے مفاسد سے مبرا ہو جن کا ذکر پہلے ہو چکا تب بھی یہ صرف میلاد کی نیت کی وجہ سے بدعت ہو گا اور دین میں ایک نئے کام کا اضافہ ہو گا جو کہ سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے عمل میں نہ تھا حالانکہ اسلاف کے نقش قدم پر چلنا زیادہ بہتر ہے۔

(۲) شیخ تاج الدین عمر بن علی الفاکہانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

لا اعلم لهذا المولد اصلاً فی کتاب ولا سنة ولا ينقل عمله عن احد من علماء الامة الذين هم القلوة فی الدين المتمسكون بالاثار المتقدمين بل هو بدعة احدثها البطالون و شهوة نفس اعتنى بها الا كالون۔ (الحاوی للفتاویٰ ۱/ ۱۹۰، ۱۹۱)

”میں کتاب و سنت میں اس میلاد کا کوئی اصل نہیں جانتا اور علمائے امت جو کہ دین میں نمونہ اور حقد میں کے آثار کو تھامنے والے تھے ان میں سے کسی ایک سے بھی اس کا عمل منقول نہیں بلکہ یہ بدعت ہے جسے باطل پرست، نفسانی خواہشات کے خوگر اور پیٹ پرستوں نے گھڑا ہے۔“

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

لم يفعله السلف الصالح مع قيام المقتضى له و عدم المانع منه ولو كان هذا خيراً محضاً او راجحاً لكان السلف رضي الله عنهم احق به منا فانهم كانوا اشد محبة لرسول الله صلى الله عليه وسلم و تعظيماً له منا و هم على الخير احرص و انما كمال محبته و تعظيمه في متابعتة و طاعته و اتباع امره و احياء سنته باطناً و ظاهراً و نشر ما بعث به و الجهاد على ذلك بالقلب و اليد و اللسان فان هذه طريقة السابقين الاولين من

المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان-

(اتقاء السراء والستيم ص ۱۰۵ المجلد ۱۹۵)

”سلف صالحین ﷺ نے محفل میلاد کا انعقاد اس کے تقاضے کا قیام اور رکاوٹ و مانع کے نہ ہونے کے باوجود نہیں کیا اور اگر یہ محض خیر و بھلائی یا راجح بات ہوتی تو سلف صالحین ﷺ ہماری نسبت اس کے زیادہ حقدار تھے، وہ ہماری نسبت رسول اللہ ﷺ کی محبت اور تعظیم میں زیادہ سخت اور نیکی کے کاموں میں زیادہ حریص تھے۔ آپ کی محبت اور تعظیم کا کمال آپ کی ظاہر آدابنا اطاعت کرنے، آپ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے، آپ کی سنت کو زندہ کرنے اور جو احکامات دے کر آپ کو بھیجا گیا اسے پھیلانے اور ان امور پر دل ہاتھ اور زبان کے ساتھ جماد کرنے میں ہے اور یہی طریقہ انصار و مهاجرین جو سب سے پہلے سبقت کرنے والے اور ان کی اچھے طریقے کے ساتھ پیروی کرنے والوں کا تھا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ محفل میلاد کا انعقاد سلف صالحین ﷺ نے نہیں کیا اگر یہ نیکی کا کام ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم اس سے کبھی بھی پیچھے نہ رہتے کیونکہ وہ اطاعت و اتباع اور امور خیر میں ہم سے زیادہ حریص تھے۔ اصل معاملہ رسول اللہ ﷺ کے اوامر و نواہی کو ماننے اور زندگی کے ہر مسئلہ میں آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کے ساتھ معلق ہے کیونکہ قرآن حکیم نے بے شمار مقامات پر آپ کی اطاعت، اتباع اور اسوۂ حسنہ کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

قرآن و سنت اور ائمہ محدثین اور اکابرین امت کی مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ عید میلاد کا تصور شریعت اسلامیہ میں کہیں بھی موجود نہیں اور زمانہ خیر القرون اس سے بالکل نا آشنا ہے۔ اسے چوتھی صدی ہجری میں فاطمی خلیفوں نے جو کہ رافضی العقیدہ تھے وضع کیا تھا پھر اس کے بعد کچھ عرصہ اس میں

تعلل رہا، پھر ساتویں صدی کی ابتداء میں اربل کے بادشاہ ملک مظفر کو کبوری نے اس  
 کو دوبارہ بڑی دھوم دھام کے ساتھ شروع کیا جس کی تفصیل اوپر ذکر کر دی گئی ہے  
 لہذا اس کے بدعت ہونے میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں۔  
 اللہ تعالیٰ ہمیں حق بات سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔



## مجوزین میلاد کی دلیل کا جائزہ

۱۔ صحیح بخاری میں آتا ہے کہ :

قال عروة و ثویبة مولاة لابی لهب و كان ابولهب اعتقها فارضعت  
النبي ﷺ فلما مات ابولهب اریه بعض اهله بشر حبیة قال له ما ذا  
لقیته؟ قال ابولهب لم الق بعد کم غیر انی سقیته فی هذه بعثتني  
ثویبة۔ (کتاب النکاح ۵۱۰۱)

”عروہ نے کہا کہ ثویبہ ابولہب کی باندی تھیں اور ابولہب نے اسے آزاد کر  
دیا تھا۔ پس اس نے نبی ﷺ کو دودھ پلایا جب ابولہب مر گیا تو اس کے  
خاندان میں کسی نے اسے خواب میں بڑی حالت میں دیکھا تو اس نے کہا تو  
نے کیا پایا؟ ابولہب نے کہا تمہارے بعد میں نے سکون نہیں پایا سوائے  
اس بات کے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے ذرا سا پانی اس میں پلا دیا  
جاتا ہوں (اس نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان گڑھے کی  
طرف اشارہ کر کے کہا) اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب کافر رسول اللہ  
ﷺ کی ولادت کی خوشی میں لونڈی آزاد کرے تو اس کے عذاب میں  
تخفیف ہو گئی تو مسلمان کی کیا شان ہے؟

ج : اولاً۔ یہ عروہ کی مرسل روایت ہے جیسا کہ سیاق بخاری سے  
ظاہر ہے اور عروہ نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ اسے یہ خواب کس نے  
بیان کیا ہے اور مرسل روایت محدثین کے ہلے ضعیف کی اقسام میں سے  
ہے۔

ثانیاً : اگر یہ بالفرض موصولاً ثابت بھی ہو جائے تو قابل حجت نہیں  
کیونکہ یہ خواب ہے اور خواب بھی عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے

کا ہے اور خواب دین میں حجت شرعی نہیں ہوتے۔

اگر بریلوی حضرات کے نزدیک خواب حجت شرعی ہیں تو پھر میں دو

خواب ذکر کرتا ہوں کیا علماء بریلی انھیں تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں؟

علامہ محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البرزازی الکوردی الحنفی صاحب فتاویٰ  
البرزازیہ نے اپنی کتاب ”مناقب الامام الاعظم“ ۱/۳۳ میں لکھا ہے کہ:

”ان الامام رای فی المنام کانه نبش قبره علیه السلام و یجمع عظامه  
الی صدره۔ الخ

”امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو

کھودا اور آپ کی ہڈیوں کو سینے تک اکٹھا کر لیا۔“

یہی خواب اسی طرح ”مناقب ابی حنیفہ“ للموفق بن احمد المکی ۱/۲۱ میں

موجود ہے۔ مندرجہ بالا خواب اگر حجت شرعی ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک بھی قبر میں صحیح سلامت نہیں ہے بلکہ ہڈیاں ہو چکا ہے۔ کیا

بریلی امت اپنے امام کے اس خواب کو حجت شرعی سمجھ کر یہ تسلیم کرنے کو تیار ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک صحیح سلامت نہیں ہے۔

محمد بن حماد فرماتے ہیں:

رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقلت یا رسول اللہ ما تقول فی النظر فی

کلام ابی حنیفہ واصحابہ انظر فیہا واعمل علیہا؟ قال لا، لا، لا ثلاث

مرات قلت فما تقول فی النظر فی حدیثک و حدیث اصحابک انظر فیہا

واعمل علیہا؟ قال نعم، نعم، نعم ثلاث مرات ثم قلت یا رسول اللہ

علمنی دعاء ادعوا بہ فعلمنی دعاء وقالہ لی ثلاث مرات فلما

استیقظت نسیتہ۔ (تاریخ بغداد ۱۳ / ۴۲۵)

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے کہا یا رسول اللہ!

آپ ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے کلام میں دیکھنے کے متعلق کیا فرماتے

ہیں، ان کے کلام کو دیکھوں اور اس پر عمل کروں؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں، نہیں، تین مرتبہ کہا پھر میں نے کہا میں آپ اور آپ کے اصحاب کی حدیث میں دیکھوں اور اس پر عمل کروں؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں، ہاں، ہاں تین دفعہ کہا۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے کوئی دُعا سکھائیں تاکہ میں اس کے ذریعے دُعا کروں۔ آپ نے مجھے دُعا سکھلائی اور اسے تین مرتبہ دُہرایا جب میں بیدار ہوا تو وہ دُعا بھول گیا۔

تو کیا اس خواب کو حجت شرعی مان کر اُمت بریلویہ فقہ حنفی سے تائب ہو کر قرآن و سنت کے دامن کے ساتھ وابستہ ہونے کے لیے تیار ہیں۔

حالتاً: عروہ کی اس مرسل روایت میں یہ ہے کہ ثویبہ کو ابولہب نے اُس وقت آزاد کیا تھا جب اس نے ابھی رسول اللہ ﷺ کو دودھ نہیں پلایا تھا۔ تو یہ بات اہل سیر کی نقل کے خلاف ہے کیونکہ اکثر اہل سیر نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ابولہب نے اپنی لونڈی ثویبہ کو رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلانے کے کافی عرصہ بعد آزاد کیا تھا۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

وكانت ثویبة تدخل علی رسول الله ﷺ بعد ما تزوج خديجة فيكرمها رسول الله ﷺ وتكرمها خديجة وهي يومئذ امة ثم اعتقها ابولهب۔

(الوفا باحوال المصطفى ۱ / ۱۰۷ ط۔ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد)

”ثویبہ نبی ﷺ کے پاس اُس وقت بھی آتی تھیں جب آپ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی تھی تو رسول اللہ ﷺ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا اس کی تکریم کرتے تھے اور یہ ان دنوں لونڈی تھی پھر اسے ابولہب نے آزاد کر دیا۔“

یہی بات فتح الباری شرح صحیح بخاری، الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۴ /

۲۵۰، طبقات ابن سعد ۱ / ۱۰۸ اور الاستیعاب فی اسماء الاصحاب لابن عبدالبر

۱۳ / میں ملاحظہ کریں۔

رابعاً : اور یہ خواب قرآن حکیم کے ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کافر کو بھی قیامت والے دن اچھے اعمال نفع دیں گے جبکہ قرآن پاک میں ہے :

﴿ وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ نَبْءًا مَّتَشُورًا ﴾ (الفرقان : ۲۳)

”اور انھوں نے جو جو اعمال کیے ہم ان کی طرف متوجہ ہو کر انھیں بکھرے ہوئے ذروں کی طرح کر دیں گے۔“

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کافر کو اس کا عمل نفع نہیں دے گا۔ حنفی حضرات پر حیرت ہے کہ عام طور پر یہ کہتے ہیں کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہو ہم اسے رد کر دیں گے جیسا کہ کتب اصول فقہ حنفیہ میں کئی مقامات پر یہ بحث موجود ہے لیکن یہاں ایک خواب جو صراحتاً قرآن کے خلاف ہے اسے حجت سمجھتے ہوئے عید میلاد کے جواز کی دلیل بنا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر قسم کی گمراہی و ضلالت اور رسومات و بدعات سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے اور قرآن و سنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

ابوالحسنین مبشر احمد رتانی علیہ السلام

۵ / ربیع الاول ۱۴۱۹ھ - ۶ / ۳۰ - ۱۹۹۸ھ

